تحریک ریشمی رومال میں مولانا عزیر گل اسیر مالٹا کا مثالی کردار

تحریک شیخ الہندؒ کے بارہ میں بعض شرمناک غلط بیانیوں کی حقیقت

"تحریک ریشمی رومال" نامی کتاب پر تبصرہ

جہاد حریت و استخلاص وطن کی تحریکوں میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ کی عالمگیر اور بے مثال تحریک "ریشمی رومال" کو تاریخ جہاد آزادی میں ایک عظیم الشان مقام حاصل ہے۔ تحریک کا عظیم الشان منصوبہ، وسیع پروگرام، اور نہایت پر اسرار نقشہ کے مطابق پورے نظم و ضبط کے ساتھ دنیا میں اس کی سرگرمیاں انسان کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتی ہیں۔ حضرت شیخ الہندؒ اور ان کے جان نثاروں مولانا عبید اللہ سندھیؒ اور ان کے ساتھی بالخصوص زندان مالٹا کے رفقاء شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ اور بقیۃ السلف مولانا عزیر گل مدظلہٗ (جو بحمد اللہ بقید حیات ہیں) نے جس صبر و استقامت، جانبازی اور بے جگری سے اس تحریک کا ساتھ دیا، اپنے تو کیا دشمن بھی اس کا اعتراف کرنے پر مجبور رہے۔ فرنگی استبداد کے خلاف یہ مردان حق جان کی بازی نہ لگاتے اور اہل حق کا یہ قافلہ سب کچھ قربان نہ کرتا۔ تو آج نہ صرف برصغیر بلکہ عالم اسلام اور ایشیا کا اکثر حصہ برٹش سامراج کا غلام ہی رہتا۔ مگر کتنے سنگدل اور بدبخت ہیں وہ لوگ جو اپنی تاریخ کے ایسے سنہری حصہ کو بھی اپنی اغراض خبیثہ کی وجہ سے مسخ کرنا چاہتے ہیں۔ اور جسارت کی حد ہے کہ جو لوگ انگریزی استعمار کے ازلی اور موروثی کاسہ لیس تھے اور جنہوں نے غلامی کے راستے ہموار کئے انہیں آج سرفروشان جہاد آزادی کی صف میں کھڑا کیا جاتا ہے۔ مگر جنہوں نے ۱۸۵۷ء اور اس کے فوراً بعد جان و مال اور عزت و آبرو سب کچھ ناموس آزادی پر نثار کر دیا جو اس جنگ کا ہراول دستہ بنے، جنہوں نے — کے میدان کو اپنے

خون سے رنگین کیا۔ جنہوں نے مالٹا اور مصر کے قید خانوں کو آباد کیا، جنہوں نے برصغیر کے ذرہ ذرہ پر اپنی قربانیاں ثبت کیں۔ آج اس طائفہ مقدسہ کی خدمات کا اعتراف تو کیا انہیں انگریزوں کا آلۂ کار ثابت کیا جا رہا ہے۔ تحریک ریشمی رومال کے سلسلہ میں بھی لائل پور کے کسی ماؤف دماغ شخص (جس کی پوری قلعی ذیل میں فاضل مضمون نگار نے کھول کر رکھ دی ہے۔) نے کچھ عرصہ قبل اسی تحریک کے نام سے ایک کتاب شائع کی جس میں واقعات کو ادھر ادھر سے جمع کیا اور ستم یہ کہ کتاب کو شیخ الاسلام مولانا مدنی مرحوم کی طرف منسوب کیا۔ اور اسباب ناکامی کے ضمن میں تحریک کے بعض ممتاز اور بنیادی کارکنوں بالخصوص رفیق عزیز و تلمیذ رشید شیخ الہند مولانا عزیر گل کاکاخیل مدظلہٗ کے جذبہ اخلاص اور شاندار کردار کو مسخ کرنا چاہا، بدقسمتی سے حضرت مدنیؒ کی طرف نسبت کی وجہ سے تحریک ریشمی رومال کے بارہ میں اس کتابچہ کو پاک و ہند کے بعض ثقہ اور غیر ثقہ جرائد اور ڈائجسٹوں نے بھی شائع کیا۔ خود احقر نے حضرت مولانا عزیر گل مدظلہٗ صاحب موصوف کو اس بارہ میں بار بار وضاحت کی توجہ دلائی مگر یہ وہ لوگ ہیں جو نہ تحسین و ستائش کے متمنی ہوتے ہیں نہ کسی کے ایسی ظالمانہ جسارتوں کو قابل اعتناء سمجھتے ہیں مولانا مدظلہٗ نے بڑی بے پروائی سے اس مسئلہ کو ٹال دیا کہ ہمیں نہ صلہ کی ضرورت ہے۔ نہ تعریف کی۔ جولائی ۱۹۶۹ء میں حضرت شیخ الاسلامؒ کے فرزند رشید حضرت مولانا محمد اسعد صاحب مدظلہٗ نے دارالعلوم حقانیہ اور مولانا مدظلہٗ کے قصبہ سخاکوٹ میں ورود فرمایا تو انہوں نے بھی اس شرمناک جھوٹ کو نہایت شدت سے محسوس کیا اور احقر کے نام ایک مکتوب میں اس کتاب کی ایسی تمام باتوں کو جھوٹ کا پلندہ قرار دیا۔ (ملاحظہ ہو الحق ص ۴۲، اگست ۱۹۶۹ء) پچھلے سال اسی کتاب کی تلخیص ہندوستان کے کچھ اور رسائل میں آئی۔ تو مولانا اسعد مدظلہٗ نے دوبارہ احقر کے نام ایک خط میں اس پر افسوس کا اظہار فرمایا اور اب کے انہوں نے اپنے دورۂ انگلستان کے دوران ریشمی رومال والی فائلوں کی فوٹو سٹیٹ کاپیاں بھی حاصل کر لیں اور برطانیہ کی اتنی اہم دستاویزوں میں سے مولانا عزیر گل مدظلہٗ کے متعلق حصہ بھی نقل کروا کے ارسال فرما دیا۔ ہمیں بہت خوشی ہے کہ مولانا عزیر گل مدظلہٗ ہی کے خاندان کے ایک معروف صاحب علم و قلم مولانا سیاح الدین صاحب کاکاخیل نے پیش نظر مضمون میں ان سب باتوں کو سمیٹ کر مؤلف اور

اس کی تالیف کی شرمناک عبارتوں کی قلعی کھول کر رکھ دی ہے۔ اور اس طرح وہ ایک بڑے طبقہ کی طرف سے فرض کفایہ اور اپنے خاندان کی طرف سے فرض عین ادا کر رہے ہیں اور الحق اس کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ مرتب کتاب کے بارہ میں فاضل مقالہ نگار کی تحریر میں کچھ تلخی اور شدت آگئی ہے۔ مگر غالب کی زبان میں اپنا عذر اور احساس درد کی شدت کو بھی پیش فرما دیا ہے۔ ——سمیع الحق——

سوشلسٹوں کا طریق کار یہ ہے کہ وہ مذہب اور اہل مذہب کو بدنام کرنے، اور عام مسلمانوں کو ان سے متنفر کرنے کیلئے طرح طرح کی تدبیریں اختیار کیا کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک طریقہ ان کا یہ بھی ہے کہ وہ مضامین و مقالات اور ادبی اور تاریخی تصانیف کچھ اس طرز و انداز کے ساتھ مرتب کر کے شائع کرتے ہیں کہ اس سے ان کا یہ مقصد حاصل ہو۔ اور وہ اپنا یہ زہر دوسرے مضامین کے ساتھ کچھ اس عیاری اور چابکدستی کے ساتھ ملا دیتے ہیں کہ پڑھنے والا ان کے کذب و افتراء کو بالکل ایک حقیقت سمجھ کر مان جاتا ہے۔ اور یہ خطرناک زہر کسی لذیذ خوراک میں نوشِ جان کر کے اپنے دین و ایمان اور سیرت و اخلاق کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔

اس قسم کی "نادر تحقیقات اور نئے انکشافات" پر مشتمل ایک عجیب و غریب تصنیف لطیف کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ لاہور میں سوشلزم کی اشاعت و ترویج کے لئے ایک نشریاتی ادارہ "کلاسیک" کے نام سے مال روڈ پر عرصہ سے اس قسم کی کتابیں چھاپتا بھی ہے۔ اور فروخت بھی کرتا ہے۔ اس اشاعتی ادارہ کے مالک سوشلسٹ ہیں اور وہ گویا ایک مشن کے طور پر سوشلسٹ نظریات و خیالات کو مختلف طریقوں سے پھیلاتے رہتے ہیں۔ چنانچہ آجکل چین کا وہ سرکاری رسالہ جو درحقیقت سوشلزم کی اشاعت ہی کیلئے "چین باتصویر" کے نام سے اردو میں شائع ہوتا ہے۔ اسی ادارہ کے ذریعہ پورے پاکستان میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اور یہ ادارہ اس رسالہ کے ایک ایجنٹ اور تقسیم کنندہ کی حیثیت سے روزناموں میں "چین باتصویر" کی خریداری کیلئے اشتہارات شائع کرتا ہے۔ عرصہ ہوا اس نشریاتی ادارہ نے ایک صاحب مولوی عبدالرحمن (جس کی نقاب کشائی میں آگے کروں گا۔) کے ذریعہ سے "تحریک ریشمی رومال" کے نام سے ایک کتاب مرتب کروا کر طبع کی اور اس کی خوب اشاعت کر دی۔ اس قدر دجل و تلبیس سے کام لیا کہ اس کے سرورق پر لکھا ہے: مولانا حسین احمد مدنی اور اندر پھر لکھا ہے: مرتبہ مولانا عبدالرحمن۔ عام طور پر حضرت مولانا مدنی رح کے عقیدتمندوں

نے سرورق پر حضرت مدنیؒ کا اسم گرامی لکھا ہوا دیکھا۔ تو انہوں نے یہی سمجھا کہ یہ حضرتؒ کی کوئی تازہ اور اب تک غیر مطبوعہ تصنیف ہے۔ اس لئے وہ بہ صد ذوق و شوق اس کو خریدتے رہے۔ اور اس طرح کتاب کی اشاعت خوب ہوگئی۔ لیکن درحقیقت یہ اسم گرامی محض دھوکہ دینے کیلئے استعمال کیا گیا تھا۔ اس کتاب میں حضرت مدنیؒ کی مطبوعہ کتاب "نقشِ حیات" حصہ دوم میں سے کچھ تھوڑا سا حصہ لیا ہے۔ اور اس میں بھی جگہ جگہ اپنی رائے ملا دی ہے۔ اور پھر آگے جاکر مرتب کتاب نے خود اپنی طرف سے جو کچھ لکھا ہے وہ سب کا سب اس کے خبث باطن کا مظاہرہ ہے۔ کذب و افتراء، بہتان عظیم اور اس کے نفس امّارہ بالسُّوء کا اختراع و اختلاف ہے۔ اور اس میں ذرّہ بھر شائبہ صداقت و واقعیت کا موجود نہیں۔ یہ تو میں آگے جاکر پوری تفصیل کیساتھ بیان کروں گا۔ کہ اس خبیث النفس شخص نے کس قدر سفید جھوٹ کس دیدہ دلیری اور پوری بے حیائی اور ڈھٹائی کیساتھ درج کرکے اپنے نامۂ اعمال میں سابقہ بدکرداریوں اور سیاہ کاریوں پر مزید اضافہ کر دیا ہے۔ لیکن قارئین کے سامنے یہ بھی واضح کرنا ضروری ہے کہ یہ مولوی عبدالرحمٰن ہے کون ذات شریف۔ جس نے اس قدر شوخ چشمی اور اتنی جرأت کے ساتھ خوفِ خدا اور ملامتِ خلق سے بے پرواہ ہوکر کذب و افتراء کا یہ طومار باندھا ہے۔ اور یہ کہ یہ کام اُس نے آخر کیوں کیا ہے۔ یہ عبدالرحمٰن (جس کو اس کے ایک خاص استاد کے بھائی مشہور عالم دین حضرت مولانا سکندر علی صاحبؒ مرحوم ہری پور شاہ محمد والے سنہ ۱۹۴۳ء میں جب کہ بھیرہ ضلع سرگودھا میں مقیم تھا۔ اور اسی قسم کی شرارتیں اور علم و علماء کی توہین و تحقیر کیا کرتا تھا۔ اور خود اُسی محسن اور جیّد عالم کی شان میں بھی گستاخی کرتا رہا عبدالشیطان نام رکھا تھا۔) دراصل ضلع ہزارہ کے بالائی پہاڑی علاقے کا پہاڑی گوجر ہے۔ غربت و افلاس کے مارے بچپن سے اس پہاڑی علاقہ سے اتر کر مختلف مکاتب و مساجد اور مدارس عربیہ میں رہ کر پڑھتا رہا۔ اور سوء اتفاق سے اس طرح کچھ کتابیں پڑھ کر "یحمل اسفاراً" کے مطابق رسمی "مولوی" بن گیا، لیکن علم را بر جان زنی یارے بود کا مصداق نہیں تھا۔ بلکہ علم را برتن زنی مارے بود۔ کے مطابق سیرت و اخلاق کے لحاظ سے مار دکژدم سے بھی بدتر تھا۔ اور علماء کی صف میں شامل کرنے کا مستحق نہیں تھا۔ کتاب خوان تو بنا، مگر "صاحبِ کتاب" نہ بن سکا۔

بہرحال مسلمانوں کے معاشرہ میں علم کی قدر ہوتی ہے۔ علوم دینیہ کیطرف منسوب ہونے اور مولوی اور مولانا کہلانے کی وجہ سے لوگ اس کی عزّت کرنے لگے اور مدارسِ عربیہ میں پڑھانے لگ گیا۔ کچھ عرصہ بھیرہ میں رہا وہاں بھی اپنی سیرت و اخلاق کے خوب گل کھلائے اور آخر وہاں سے امرتسر چلا گیا وہاں کچھ طلبہ جمع کرکے مدرسہ بنایا اور اپنا کام چلاتا رہا۔ اور تقسیم ملک کے بعد وہاں سے لائل پور آیا۔ اور

یہاں لائل پور میں مدرسہ اشرف المدارس کے نام سے ایک مدرسہ بنا کر اسکو ذریعۂ عیش و معاش بنایا۔ اور چند طلبہ کو تعلیم دینے لگا۔ نیز شہر میں دیوبندی بریلوی کشمکش پیدا کرکے دیوبندیت کا وکیل بنا اور جذباتی قسم کے دیوبندیوں کا اس ذریعہ سے استحصال کرتا رہا۔ مزاج میں بے انتہا رعونت تھی۔ اوضاع و اطوار متکبرانہ اور خود پسندانہ تھے۔ زبان زہر آلود اور ہر کسی کو کاٹ کھانے والی تھی ۔

کی جس سے بات اس نے شکایت ضرور کی

بعض مخلص و سادہ دل دیوبندی نظریہ رکھنے والے اہل شہر اسے عالم دین اور دیوبندی مسلک کا نمائندہ سمجھ کر اسکی اصل حیثیت سے بڑھ کر اس کا اعزاز و اکرام کیا کرتے تھے۔ لیکن اس کا ظرف خلقی طور سے بہت چھوٹا تھا۔ یہ اعزاز و اکرام اس میں سما نہ سکا۔ چنانچہ اس نے انتہائی غرور و تکبر شروع کیا۔ بدزبانی اور تند مزاجی کو اپنا شعار بنایا۔ ہر کسی کی توہین و تحقیر کے درپے ہوا۔ اور سمجھنے لگا کہ شاید مجھ سے بڑھ کر کوئی نہیں۔

ع　وان انت اکرمت اللئیم تمرّدا [1]

جب انانیت حد سے بڑھ گئی اور اپنے آپ کو مختار مطلق یقین کرنے لگ گیا تو مدرسہ کی آمدنی کو جو طلبہ کے نام پر اور دین کی خاطر جمع کرتا رہا۔ ذاتی عیش و عشرت اور اللّوں تللّوں میں خرچ کرنے لگ گیا۔ اور اپنی ذات پر پورے اسراف و تبذیر کیساتھ مدرسے کا مال بڑی بے دردی سے خرچ کرتا رہا۔ افیون خوری میں مبتلا ہوا۔ شاید کسی اللہ والے کی بددعا لگ گئی۔ کیونکہ وہ ہر کسی کا دل اپنی بد زبانی تند و تیز اور تلخ لہجہ اور ترش ابروئی سے دکھاتا رہا۔ سخت بدنام ہوا دام عقیدت میں پھنسے ہوئے لوگ ایک ایک کرکے اس سے متنفر اور علیحدہ ہوتے۔ اور آخر ۱۹۵۸ء میں ایک رات اشرف المدارس کے کتب خانہ کی بہت سی کتابیں جو قیمتی اور اہم تھیں ایک ویگن میں ڈال کر راتوں رات خفیہ طور پہ لائل پور سے لاہور بھاگ گیا۔ کچھ عرصہ تک تو لاہور میں رہ کر مدرسہ کی رقم کھاتا رہا، پھر مدرسہ کی وہ کتابیں فروخت کرتا رہا اور اس سے اسی طرح کی عیاشی کرتا رہا۔ جس کی عادت مدرسہ کے مال میں بددیانتی کرنے کی اسے لائل پور میں پڑ گئی تھی۔ دینی کتابوں کی قیمت سگریٹ کے دھوئیں میں اڑاتا رہا۔ جب کتابیں ختم ہوئیں تو ہر جاننے

---

[1] شاید قارئین کرام اس شخص کے بارے میں میرے الفاظ کی شدت و حدت محسوس فرمائیں گے۔ لیکن میں عرض کروں گا کہ ع دیکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی میں معاف۔ اس نے ایک مخلص مجاہد عالم دین کے خلاف بہتان تراشی کا اتنا عظیم جرم کیا ہے کہ اگر اس سے بھی زیادہ کہا یا لکھا جائے تو حدود سے تجاوز نہیں ہوگا جتنا کچھ میں نے اس کے بارے میں لکھا ہے۔ یہ اس کی سیرت و اخلاق کی اصل تعبیر سے پھر بھی کم ہے۔

پہچانے شخص سے بہ مطابق الحیل قرضے لے لے کر عیاشانہ گذارا چلاتا رہا۔ جب اسکی بھی گنجائش ختم ہوئی تو پھر فقر و افلاس میں مبتلا ہو کر بہت پریشان ہوا۔ اشتراکی اثرات اس کے دماغ پر پہلے سے چھائے ہوئے تھے۔ مولویت کے لباس میں بھی اپنے "مواعظ حسنہ" میں برسرِ منبر اسی قسم کی باتیں کبھی کبھی سنایا کرتا تھا۔ اور عموماً اشتراکی ذہن رکھنے والے مولوی نما حضرات ان اشتراکی نظریات کے زہر کو فلسفۂ ولی اللّٰہی کے نام سے مسلمانوں کو پلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ حضرت بھی فلسفۂ ولی اللّٰہی کے ایک ماہر کی حیثیت سے اپنے آپ کو پیش کر کے اشتراکی دُر افشانیاں کیا کرتا تھا۔ الغرض دماغ میں اشتراکی جراثیم پہلے سے موجود تھے۔ اس لئے ان حالات فقر و فاقہ میں الجنس یمیل الی الجنس کے مطابق یہ اشتراکی کبوتر کسی دوسرے اشتراکی کبوتر کو لاہور میں تلاش کرتا رہا۔ مقصد یہ تھا کہ چونکہ ان لوگوں سے ذہن تو ملا ہوا ہے، اپنے افکار و خیالات کیساتھ ساتھ اپنے فقر و فاقہ اور تہیدستی کا بھی ذکر کروں گا۔ وہ مجھے اپنا ہمنوا اور ہم صفیر سمجھ کر دست شفقت بڑھائیں گے۔ اور معمول کے مطابق عیاشانہ زندگی کا سامان ہو جائیگا۔ میں ان اشتراکیوں کی کوئی علمی خدمت سرانجام دوں گا۔ اور وہ میری دستگیری کر کے جیب گرم کر دیا کریں گے۔ اور اپنی عادات بد کے مطابق عیاشانہ اور مسرفانہ زندگی گذارنے کیلئے کچھ نہ کچھ رقم ہاتھ آجایا کرے گی۔ چنانچہ اسی جستجو کے نتیجہ میں اس کو "کلاسیک" کے یہ حضرات مل گئے۔

حنیف رامے صاحب موجودہ وزیر اعلیٰ کے مشہور رسالہ "نصرت" میں بھی کچھ دنوں اسکے منشا اور مسلک کے مطابق مضامین لکھ کر شائع کرتا رہا اور حق الخدمت وصول کرتا رہا۔ اور پھر کلاسیک کے مالکوں نے اس کے ذمہ یہ خدمت لگادی کہ آپ ایک ایسی کتاب مرتب کر دیں جو بظاہر تو حضرت شیخ الہندؒ کی تحریک حریت و آزادی کے سلسلہ میں ایک اہم تاریخی کتاب سمجھی جائے۔ لیکن درحقیقت اس تمام تاریخ کو اس انداز سے مسخ کر کے اور روشن چہروں پہ جھوٹ کی سیاہی پھیر کر پیش کرو، جس سے حضرت شیخ الہندؒ کے خاص الخاص معتقدین اور معتمد ترین رفقاء و خدام کی بدنامی ہو۔ اور ان کے صدق و اخلاص اور مخلصانہ محنتوں اور کارناموں کو مجروح کر کے دکھاؤ۔ اس ادارے کا مقصد اس بدنامی کی اشاعت سے کیا تھا وہ میں آخر میں بیان کروں گا۔

الغرض اس عبدالرحمٰن یا بقول عبدالشیطان نے یہ خدمت ان کے منشاء کے مطابق نہایت "احسن طریقہ سے" سرانجام دی اور یہ کتاب "تحریک ریشمی رومال" مرتبہ عبدالرحمٰن طبع ہو کر شائع ہو گئی۔ جس زمانے میں یہ کتاب شائع ہوئی تو مجھے میرے محترم عزیز بھائی مولانا عبدالقدوس صاحب صدر شعبۂ اسلامیات پشاور یونیورسٹی نے وہاں سے خط لکھا۔ کہ یہ عبدالرحمٰن کون ہے جس نے تحریک ریشمی رومال

میں حضرت مولانا عزیر گل صاحب کے بارے میں خالص جھوٹ پورے بغض و عناد کے ساتھ شائع کیا ہے۔ مجھے کچھ معلوم نہیں تھا، میں نے کوشش کر کے یہ کتاب لاہور سے مہیا کرائی اور پڑھی، اور مجھے بھی اس کذب و افتراء اور بہتانِ عظیم پہ بہت زیادہ غصہ آیا۔ اور سوچ رہا تھا کہ یہ کون بدبخت، بدطینت اور خبیث الفطرت شخص ہے، جس کے قلم نے یہ بکواس لکھ کر شائع کی ہے۔ اور اس قدر بے حیائی کا مظاہرہ کون کر سکتا ہے۔ میں نے مولوی شمس الدین صاحب مرحوم تاجر کتب نادرہ زیر مسلم مسجد انارکلی لاہور سے پوچھا کہ کیا آپ کو معلوم ہے یہ عبدالرحمٰن کون ہے۔ اس نے مجھے چپکے سے کان میں ان الفاظ کے ساتھ فرمایا۔ کہ یہ تو وہی آپ کے لائل پور کا حواس باختہ پاگل افیونی عبدالرحمٰن ہزاروی ہے۔ جب میں نے یہ نام سنا تو میں نے اس سے یہ مستبعد نہیں سمجھا فوراً یقین کر لیا۔ کیونکہ میں اس کی ساری تاریخ ذہنیت، دنائت اور خبثِ باطن سے واقف تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ اس سے بھی زیادہ جھوٹ فی البدیہہ تصنیف کرنے اور ہر معاملہ میں بالکل فرضی حوالے دینے میں ماہر ہے۔ اور وہ چند روپوں کی خاطر ہر بددیانتی اور ہر بے حیائی پر اتر سکتا ہے۔ واقعی ___ ع

این کار از تو آید و شیطان چنیں کند

مرتب کتاب کی تعیین ہوئی اور اس کے اصل مقام اور حیثیت کا پہلے سے پورا پتہ تھا اس لئے میری ذاتی رائے یہ قرار پائی کہ ایسے شخص کے ایسے ہفوات کی تردید درحقیقت اس کو اہمیت دینا ہے۔ ان اکاذیب و خرافات کو گوز خر قرار دے کر ان سے صرف نظر اور چشم پوشی کرنی چاہئے۔ مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ نے جو حضرت مولانا عزیر گل صاحب مدظلہ العالی کے رفیقِ زمانہ تعلّم اور حضرت شیخ الہندؒ کے تلمیذ رشید تھے یہ معلوم کر کے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ اور فرمایا کہ اس دروغ گو بدزبان کے خلاف تو ہتک عزّت کا دعویٰ کر کے کذب بیانی کا اسے مزہ چکھانا چاہئے۔ اُن دنوں مجھے حاجی عبدالسلام صاحب ہوشیار پوری مرحوم ناظم مدرسہ اشاعت العلوم نے بار بار شدید اصرار کے ساتھ فرمایا کہ دیکھئے مولانا عزیر گل صاحب کے بارے میں اس قسم کے کذب و افتراء کی اشاعت سے تاریخی طور پر ایک بالکل غلط اور خلاف واقعہ بات مستقبل میں تاریخ کی ایک حقیقت بن جائے گی۔ اس لئے آپ کا یہ فرض ہے کہ ضرور اس کی پرزور اور مدلل تردید شائع کر دیں۔ اور اصل حقیقتِ حال کو واضح کر کے مستقبل کے خطرات کو دفع کر دیں۔ مگر میرا اپنا خیال یہ تھا کہ جو لوگ اس "عبدالرحمٰن" کو جانتے ہیں۔ اور اس کی سابقہ تاریخ، موجودہ حالت اور اسکی اصلیّت، حقیقت ذہنیت اور خبث باطن سے واقف ہیں وہ کبھی بھی اس کتاب اور اس کے مندرجات کو ذرہ برابر اہمیت نہیں دیں گے اور جو لوگ اس کو نہیں

جانتے وہ بھی کسی مغالطہ میں اس لئے نہیں پڑ سکتے کہ ایک طرف تو حضرت مولانا عزیر گل صاحب مدظلہ کے بارے میں "نقش حیات" اور "سفرنامہ اسیر مالٹا" میں ان کے خاص الخاص رفیق اسارت مالٹا حضرت مولانا مدنیؒ کی مستند شہادت موجود ہے۔ نیز حضرت شیخ الہندؒ سے متعلق دوسری لکھی ہوئی تمام کتابوں میں مولانا ممدوح کا ذکر خیر نہایت ادب واحترام اور عقیدت کے ساتھ آتا رہا ہے۔ اور سب نے ان کو خادم خاص اور معتمد ترین تلمیذ رشید قرار دیا ہے۔ اور دوسری طرف اس گمنام شخص کی لکھی ہوئی ساری باتیں بلا سند و بلا حوالہ محض اپنے ذہن کی پیداوار ہیں۔ تو ایسے بے سروپا اور بے بنیاد الزامات کو کون سمجھدار شخص صحیح یقین کر سکتا ہے۔ اور اپنی اس رائے کی بناء پر میں نے مستقل تردیدی مضمون کی کوئی ضرورت نہیں سمجھی۔ بلکہ اسکو تضیع اوقات اور شغل لایعنی سمجھا۔ بلکہ خود ایک موقع پر حضرت مولانا عزیر گل صاحب مدظلہ سے اس کتاب اور اس کے مندرجات کا ذکر ہوا اور ان سے کچھ تردیدی مواد اور اس دور کے تفصیلی حالات بیان کرنے کا تقاضا کیا گیا تو جواب میں فرمایا :

کوئی ضرورت نہیں ہم نے اس وقت جو کچھ کیا تھا محض خداوند تعالیٰ کی رضا اور اپنے شیخ کی خدمت گذاری کیلئے کیا تھا۔ کسی بھی اور سے بدلہ لینا نہیں۔ اب لوگ جو کچھ کہیں کہتے رہیں ہمیں کسی اور کی پرواہ نہیں اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔ حسبی اللہ ونعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر۔

ہم نے البتہ اس وقت اتنا کیا کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کے صاحبزادے اور خلیفہ ارشد جناب مولانا اسعد مدنی مدظلہ کو یہاں سے ایک کتاب خرید کر بذریعہ ڈاک دیوبند ارسال کر دی اور لکھا کہ آپ وہاں سے اس کی تردید شائع فرمائیں۔ نیز مولانا سمیع الحق صاحب مدیر رسالہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نے بھی مولانا اسعد مدنی کے نام ایک خط اس مضمون کا لکھا۔ مولانا اسعد مدنی صاحب نے اس کی ایک پرزور تردید لکھ کر دی۔ جو رسالہ الحق بابت ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۹ھ مطابق اگست ۱۹۶۹ء جلد ۴ شمارہ ۱۱ میں شائع ہوئی۔ ملاحظہ فرمائیے :

"تحریک ریشمی رومال" مرتبہ مولوی عبدالرحمن ہزاروی کی تصنیف کو شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہ العزیز کی طرف منسوب کرنا بدترین افتراء ہے۔ یہ تصنیف مولوی عبدالرحمن ہزاروی کی طبع زاد ہے جس میں تاریخی واقعات کو مسخ کر کے انتہائی مکروہ صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ اور حضرت شیخ الاسلامؒ کی تصنیفات سے بعض اقتباسات پیش کر کے یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ یہ کتاب حضرت قدس سرہٗ کی تصنیف ہے۔ اس میں خاص طور پر وہ حصہ انتہائی مکروہ افتراء

ہے۔ جیسی حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کے مخلص خادم وجان نثار اور رفیق اسارت اور حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے مخلص ترین رفیق حضرت مولانا عزیر گل صاحب اسیر مالٹا کو ریشمی خطوط کی تحریک میں انگریزوں کا آلۂ کار ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

میں مولوی عبدالرحمٰن ہزاروی کی اس قسم کی تمام افتراء پردازیوں کی پر زور تردید کرتا ہوں، جو انہوں نے حضرت مولانا عزیر گل صاحب کے متعلق اس کتاب میں کی ہیں۔ اور اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے تعلقات حضرت مولانا عزیر گل صاحب مدظلہٗ سے انتہائی یگانگت اور اخلاص کیساتھ قائم رہے ہیں۔

اور والد محترم کے انہی تعلقات کے احترام میں انتہائی عدیم الفرصتی کے باوجود میں نے ان کی زیارت کی بیس سالہ تمنا کے حصول کیلئے ان کے دیہاتی خام مکان پر حاضر ہونے کی آج ہی[1] سعادت حاصل کی ہے۔ جہاں وہ اُسی درویشانہ تبتّل کی زندگی گذار رہے ہیں۔ جو حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہٗ کے مخلصین کا طرۂ امتیاز اور حضرت مولانا عزیر گل صاحب مدظلہٗ کی طویل تاریخی زندگی کی سب سے زیادہ نمایاں خصوصیت رہی ہے۔

(اسعد غفرلہٗ، ۷ر جولائی ۱۹۶۹ء۔ پشاور)

ہم نے سمجھا کہ بس اس قدر تردید کافی ہے۔ حاجی عبدالسلام صاحب مرحوم کا پھر بھی اصرار رہا اور وہ مجھے بار بار یہ کہا کرتے تھے کہ آپ ضرور اس کذب وافتراء کی مفصّل تردید کر کے اس کی خوب اشاعت کریں۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ کچھ لوگ ان مندرجات کو دیکھ کر حقیقت سمجھ لیں گے۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ جو عبدالرحمٰن کی حقیقت وحیثیت نہیں جانتے۔ اور حضرت مولانا مدنیؒ کی کتابیں اور دوسرے حضرات کی تحریریں ان کی نظر سے نہیں گذری ہوں گی۔ اور نہ ان کو یہ معلوم ہوگا کہ خود حضرت شیخ الہندؒ کا اور ان کے بعد ان کے اہل خاندان اور خصوصی تلامذہ اور معتقدین کا تعلق محبت ومودّت اور رابطہ اعتماد واعتقاد مولانا عزیر گل صاحب سے کتنا رہا۔ اور وہ بچارے لاعلمی میں شکار ہو جائیں گے۔ اور

---

[1] ۷ جولائی ۱۹۶۹ء کو مولانا اسعد صاحب پاکستان تشریف لائے تھے اور ۷ ر جولائی کو خاص طور سے سفر کر کے مولانا عزیر گل صاحب کے دیہاتی مکان نزد سخاکوٹ منڈی ضلع مردان جا کر مولانا کی زیارت کی تھی یہ تحریر اسی موقع پر لکھ دی تھی۔

اللہ تعالیٰ کے ایک صالح و متقی اور انتہائی مخلص مجاہد فی سبیل اللہ کے بارے میں سوءظن رکھنے سے وہ بھی گنہگار ہو جائیں گے۔ اور تاریخ بھی آئندہ ادوار میں بالکل مسخ ہو جائے گی۔ حاجی صاحب مرحوم کا جملہ یہ تھا کہ ایک مخلص مجاہد فی سبیل اللہ کو مجاہدین و مخلصین کی صف سے نکال کر جاسوسوں کی صف میں داخل کرنا تاریخ کا کتنا بڑا المیہ ہوگا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس پہ آپ لوگوں کی خاموشی بھی ایک گناہ ہے۔ جس کا آپ ارتکاب کر رہے ہیں :

اُس وقت تو ہم نے اپنی رائے کے مطابق حاجی صاحب مرحوم کے اس اصرار کو ان کا ایک تشدد سمجھا اور خیال تھا کہ حضرت مولانا عزیر گل صاحب کے ساتھ غلبۂ عقیدت و محبت کی بنا پر وہ یہ سب کچھ فرما رہے ہیں ورنہ اس کی کوئی ضرورت نہیں اور اس لئے ہم نے مزید کچھ نہ لکھا نہ شائع کیا۔ لیکن اب پتہ چلا کہ حاجی صاحب مرحوم کی رائے صحیح تھی۔ اور انہوں نے فراست ایمانی سے مستقبل کی جس چیز کا ادراک کیا تھا۔ اور یہ اصرار کرتے رہے وہ بات سامنے آگئی جس کتاب کو ہم نے عبدالرحمٰن ہزاروی جیسے سفیہ النفس افیونی کی کتاب سمجھ کر وقعت نہیں دی اور اس کے مندرجات کو کذب و افتراء کا انبار سمجھ کر پھینکنے کے قابل سمجھا اور اس کی تردید کی طرف توجہ نہیں دی۔ یہ کانٹ ماصخرت عن العجاء۔ کچھ لوگوں نے اپنی نادانی اور لاعلمی سے اس کو بھی ایک "نادر تحقیق" اور نئے انکشافات پہ مشتمل تصنیف سمجھ کر تاریخی مأخذ قرار دیا۔ اور اس طرح اس "عبدالشیطان" نے شیطان کی طرح بہت سے لوگوں کو بہکا کر صراط مستقیم سے ہٹایا۔

ضلّ واضلّ اور اب معلوم ہوا کہ نکلیّ ساقطۃ لاقطۃ۔ اس اجمال کی تفصیل یوں ہے۔ کہ ہمارے محترم مولانا محمد اسعد مدنی مدظلہ العالی کا ایک گرامی نامہ دہلی سے موصول ہوا ہے۔ جس میں وہ تحریر فرماتے ہیں :

"ایک آبرو باختہ نے پاکستان میں ایک کتاب لکھ کر (حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہ العزیز کی تحریک پر) شائع کی اس میں حضرت مولانا عزیر گل صاحب پہ الزامات لگائے تھے اور بدقسمتی سے اس کے حوالے سے یہاں "شبستان" میں مضمون شائع ہوا۔ اور ابھی کسی نے علی گڑھ سے ریشمی رومال تحریک مقالہ لکھا۔ تو اس میں ان چیزوں کا تذکرہ کر دیا۔ یہ چیزیں ہمارے لئے بہت سوہان روح بنی ہوئی ہیں۔ میں جب انگلستان گیا تھا۔ تو ریشمی رومال والے فائل کی فوٹو کاپیاں مکمل لے آیا تھا۔ حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب اس پہ کام کر رہے ہیں۔ موصوف نے اس سے وہ حصہ جو حضرت مولانا عزیر گل مدظلہم سے متعلق ہے، ترجمہ کرا کے احقر کے پاس بھیجا ہے۔ میں وہ ان کے خط کیساتھ بھیج رہا ہوں۔

آپ اس کو شائع کر دیں تاکہ اس جھوٹ کی بہ زبان برطانیہ تردید ہو جائے۔
اس گرامی نامہ کے ساتھ مولانا سید محمد میاں صاحب کا وہ خط ہے۔ جو انہوں نے تحریر فرما کر ارسال فرمایا ہے وہ لکھتے ہیں:

ریشمی رومال کی تحریک کے سلسلہ میں حاصل شدہ مضامین وغیرہ کا ایک حصہ ہے جس کا عنوان ہے۔ کون کیا ہے۔؟ اس میں غالباً ایک سو بیس حضرات کے اسماء گرامی ہیں۔ ہر ایک کے متعلق سی۔آئی۔ ڈی کا نوٹ ہے۔ حضرت مولانا عزیر گل صاحب کے متعلق جو نوٹ ہے اس کا ترجمہ ہم رشتہ ہے۔ اس حصہ کی کتابت ہو رہی ہے۔ اور باقی حصہ کی کتابت ایک اور صاحب فرما رہے ہیں۔ خدا جلد کتابت و تصحیح کے مراحل طے کرا دے۔ تو طباعت کی نوبت آئے۔ اللہ تعالیٰ تکمیل کی توفیق بخشے۔

حضرت مولانا عزیر گل صاحب مدظلہ کے متعلق سی۔آئی۔ ڈی کے نوٹ کا وہ ترجمہ جس کا حوالہ مولانا سید محمد میاں صاحب نے دیا ہے۔ ان کے قلم سے لکھا ہوا ہم رشتہ یوں ہے۔

(۴۶) عزیر گل پسر شاہد گل کاکاخیل پٹھان[1] درگئی شمال مغربی سرحدی صوبہ میں رہتا ہے۔ بڑا آتشیں مزاج ہے۔ ۱۔ جب وہ دیوبند میں طالب العلم تھا۔ اس وقت سے مولانا محمود الحسن کا پکا مرید ہو گیا تھا۔ ۲۔ بڑا اہم سازشی ہے۔ ہجرت کا بڑا خواہشمند ہے۔ ان لوگوں میں سے ایک ہے جنہوں نے ہمیشہ مولانا کو اکسایا ہے۔ کہ وہ جہاد کیلئے ہجرت کر جائیں ۔۔۔ ۳۔ وہ دیوبند میں خفیہ جلسوں میں شریک ہوا کرتا تھا۔ اور ستمبر ۱۹۱۵ء میں مولانا محمود الحسن کے ہمراہ عرب گیا تھا۔ ۴۔ اس کے سفر حجاز سے قبل مولانا محمود الحسن نے اس کو آزاد علاقہ میں بھیجا تھا۔ تاکہ حاجی صاحب سیف الرحمٰن اور دوسرے منحرف لوگوں کو مطلع کر سکیں۔ کہ حضرت مولانا کا ارادہ ہندوستان سے ہجرت کرنے کا ہے۔ نیز لڑائی کا اور جہاد کی تیاریوں کا مشاہدہ کر سکے۔ وہ حضرت مولانا کے ہمراہ اس وقت بھی ٹھہرا رہا۔ جبکہ ان کے اکثر پیر اور مریدین ہندوستان کو واپس کر دیئے گئے۔ ۵۔ یہ کہا جاتا تھا کہ عزیر گل،

---

[1] عام طور پر صوبہ سرحد کے ہر باشندہ کو اور پشتو بولنے والے کو پٹھان کہا جاتا ہے۔ ورنہ مولانا کا خاندان کاکاخیل سادات کا مشہور خاندان ہے۔

انور پاشا اور جمال پاشا کے فرمان سے کہ عنقریب ہندوستان آئے گا۔ اور اس فرمان کو افغانستان سے جانا ہوگا۔ لیکن بعد کی تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو مکہ میں شریف مکہ کے حکم سے ۲۰ دسمبر کو یا اس کے لگ بھگ گرفتار کر لیا گیا۔ اور جدہ کو بھیج دیا گیا۔ جہاں سے ۱۲ جنوری ۱۹۱۷ء کو اسے مصر روانہ کر دیا گیا۔ ۹۔ جنود ربانیہ کی فہرست میں مولوی عزیز گل کا نام سے کہ اسے کرنل دکھایا گیا ہے۔ (ریشمی رومال والی تحریک میں کون کیا ہے۔)

مولانا اسعد صاحب کے مندرجہ بالا مکتوب گرامی سے معلوم ہوا کہ اس رسوائے زمانہ مولوی کی اس مجموعۂ اکاذیب و بہتان تراشی کتاب کو بھی کچھ لوگوں نے اس قابل سمجھا کہ اس کو اپنے مضامین و مقالات کا ماخذ قرار دیا جائے۔ حیرت ہوتی ہے کہ علی گڑھ یونیورسٹی جیسے علمی ادارہ سے بھی اس قسم کی بے سروپا اور نادر تحقیقات پر مشتمل مقالات شائع ہوتے ہیں۔ مقالہ نگار صاحب نے جو ایک تاریخی اور علمی مقالہ مرتب کر کے ڈگری حاصل کرنے کا ارادہ فرمایا تھا۔ تو کیا اتنی اعلیٰ ڈگری حاصل کرنے کیلئے اس نے یہی تحقیق کی اور صرف یہی کتاب مطالعہ فرما کر تحقیق کا حق ادا کر دیا۔ اس نے حضرت شیخ الہندؒ اور ان کی تحریک کے بارے میں "نقش حیات"۔ "اسیر مالٹا" اور حضرتؒ کے معتمد تلامذہ و خلفاء کی دوسری تحریروں کا مطالعہ نہیں کیا تھا۔ اگر کیا تھا تو پھر ایک مجہول الحال عبدالرحمٰن کی خلاف نقل و عقل نادر تحقیق کس طرح درست تسلیم کر کے اپنے مقالے میں داخل کر دی۔ جس میں کسی بات کا کوئی مستند حوالہ موجود نہیں۔ جس میں بہت سی باتیں تاریخی طور پر بھی فرضی اور من گھڑت ہیں۔ (جیسا کہ آگے میں تفصیل کیساتھ ذکر کروں گا۔) اور جس میں بہت سی باتیں خلاف عقل و درایت بھی موجود ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ علمی تنزل و انحطاط اب اس حد تک پہنچ گیا ہے۔ کہ کسی محنت کے بغیر اور عقل و درایت سے کام نہ لے کر بالکل سرسری طور پر مقالات لکھے جاتے ہیں۔ اور ایسے ہی مقالات و مضامین پر بڑی بڑی علمی ڈگریاں مل جاتی ہیں ۔

قد ادبر الامر حتیٰ صار محتبیا — ابو هبیرة لیغتی وابن شداد

چونکہ اس کتاب کے ذریعہ سے من گھڑت کہانیوں اور خرافات و ہذیانات کو تاریخی حقائق کا درجہ دیا گیا ہے۔ اور بہت سے انسانوں کے صدور میں وساوس شیطانی ڈال دیئے گئے ہیں۔ اور خطرہ ہے کہ یہ کتاب اور بھی بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دے گی۔ اور حضرت شیخ الہندؒ کی اس تحریک کی اصل شکل و صورت کو مسخ کر دیا جائیگا۔ اور معتمد ترین اور جان نثار رفقائے کار کے بارے میں مستقل بدظنی پیدا ہوگی۔ اس لئے اب میں ضروری سمجھتا ہوں کہ پوری تفصیل کے ساتھ اس کذب و افتراء کی تردید شائع کر دوں۔ اور اللہ تعالیٰ سے اس کی معافی چاہتا ہوں کہ اس فریضہ کی ادائیگی میں مجھ سے اس قدر تاخیر ہوئی ہے۔

ممکن ہے بہت سے حضرات نے حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی قدس اللہ سرہٗ العزیز کی کتاب "نقش حیات" جلد دوم کی وہ عبارت مطالعہ نہ کی ہو جو انہوں نے حضرت شیخ الہندؒ کے معتمد رفقاء کار و خدام و تلامذہ کی فہرست پیش کر کے حضرت مولانا عزیر گل صاحب دامت برکاتہم کے بارے میں تحریر فرمائی ہے۔ اس لئے میں افادۂ عام کی غرض سے وہ ساری عبارت وہاں سے نقل کرتا ہوں:

مولانا عزیر گل صاحب قصبہ زیارت کاکا صاحب[1] ضلع پشاور کے باشندہ اور دارالعلوم کے فاضل اور حضرت شیخ الہندؒ کے خادم خاص ہیں مشن کے ابتدا سے ممبر رہے ہیں۔ اور نہایت مہتم بالشان اور خطرناک کاموں کو انجام دیتے رہے ہیں۔ صوبہ سرحد اور آزاد علاقہ (یاغستان) میں سفارت کی خدمات عظیمہ انہوں نے بہت انجام دی ہیں۔ عموماً حضرت شیخ الہندؒ ان پہاڑی علاقوں میں اپنے ہم خیال اور ہمنوا لوگوں کے پاس انہیں کو بھیجا کرتے تھے۔ دشوار گذار اور خطرناک راستوں کو قطع کر کے نہایت راز داری اور ہمت و استقلال کیساتھ یہ بار بار آتے جاتے رہے ہیں۔ پہاڑی علاقوں اور ہولناک جنگلوں کو رات دن پیدل قطع کرتے رہے۔ حاجی ترنگ زئی صاحب اور علماء سرحد و یاغستان اور دیگر خوانین کو مشن کا ممبر بنایا۔ اور ان کے پاس پیغام و خطوط پہنچانا ان کو ہموار کرنا ان کا اور مولانا عبید اللہ صاحب مرحوم کا فریضہ تھا۔ جس کو ان دونوں حضرات نے اوقات مختلفہ میں انجام دیا۔ باوجودیکہ سی۔ آئی۔ ڈی۔ ان کے پیچھے لگی رہی مگر انہوں نے کبھی اس کو پتہ چلنے نہیں دیا۔ بارہا ان کو بھیس بدلنا اور انجان علاقوں میں سے گذرنا پڑا مگر نڈر ہو کر ان کو قطع کیا۔ ہر قسم کے خطرات میں بلاخوف و خطر اپنے آپ کو ڈالتے رہے۔ حضرت شیخ الہندؒ کے نہایت مخلص اور فدائی ہیں۔ کسی قسم کا طمع

---

[1] زیارت کاکا صاحبؒ حضرت مولانا عزیر گل صاحب کے آباؤ اجداد کا سکونتی قصبہ اور پورے صوبہ سرحد میں مشہور مرکزی جگہ ہے۔ مولانا کے والد ماجد نے وہاں سے انتقال مکانی فرمایا۔ اور مالاکنڈ ایجنسی میں درگئی کے مقام پر رہائش اختیار کی۔ اس لئے سی آئی ڈی کی رپورٹ میں آپ کو درگئی کا باشندہ بتایا گیا ہے۔ درگئی نوشہرہ سے مردان کی طرف جانے والی ریلوے لائن پر مردان سے آگے قریباً ۲۵ میل آخری ریلوے اسٹیشن ہے۔ مولانا کا قیام خود اب اپنی آبائی زمین میں واقع گاؤں میں ہے جو مردان سے قریباً ۱۸ میل بڑی سڑک پر جانے کے بعد وہاں سے ڈیڑھ میل بجانب مشرق واقع ہے۔

اور غرض نفسانی نہیں رکھی۔ نہ حضرت سے جدا ہوئے۔ لوگوں نے بہت کوششیں کیں کہ یہ جدا ہو جائیں۔ مگر انہوں نے گوارا نہ کیا۔ اور ہمیشہ عاشقانہ ولولوں کے ساتھ خدمت میں حاضر رہے۔ حتیٰ کہ مالٹا کی اسارت میں بھی انتہائی دلجمعی سے شریک اور رفیق رہے۔ ہر قسم کی خدمت کو اپنے لئے خوش نصیبی سمجھا کئے۔ لوگوں نے ان کو سی۔ آئی۔ ڈی۔ مشہور کیا۔ آوازے کسے۔ حضرتؒ کو بھڑکایا۔ بدظن کرنے کی کوششیں کیں۔ مگر حضرت مردم شناس دماغ اور قلب رکھتے تھے، ان کیطرف سے آخر تک بدظن نہ ہوئے اور آخر وقت تک ان کو ساتھ رکھا۔ حضرت شیخ الہندؒ کے رازدار اور مالی سرمایہ کے خزانچی اور معتمد علیہ رہے۔ حضرتؒ کی وفات کے بعد بھی عرصہ دراز تک حضرت کے مکان ہی پر قیام پذیر رہے۔ چونکہ ایام اسارت مالٹا میں اہلیہ محترمہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس لئے بعض احباب کی کوششوں سے حضرت کی بھانجی کی لڑکی سے نکاح بھی ہو گیا۔ اس سے ان کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں بھی ہوئیں جو کہ ماشاء اللہ اب جوان ہو گئے ہیں۔ ایام تحریک خلافت میں دیوبند خلافت کمیٹی کی صدارت کی خدمات انجام دیتے رہے۔ ضروریات معاشیہ کی بناء پر سوختہ (جلونی لکڑی) کی تجارت بھی کرتے رہے۔ پھر مدرسہ رحمانیہ رڑکی میں صدر مدرس ہو گئے۔ وہاں ہی ایک میم سے اس کی خواہش پر دوسری اہلیہ محترمہ کی وفات کے بعد نکاح کر لیا۔ پھر اپنے بچوں اور اس تیسری اہلیہ کو لے کر وطن ضلع پشاور[1] میں چلے گئے۔ اب وہاں ہی اقامت گزیں ہیں۔

(نقش حیات جلد دوم ص۱۹۱۔ ص۱۹۲)

اسی طرح حضرت مدنیؒ کی دوسری کتاب "سفرنامہ اسیر مالٹا" کی چند متفرق عبارتیں جو حضرت مولانا عزیر گل صاحب سے متعلق ہیں۔ یہاں نقل کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ روانگی سفر حجاز کے موقع پر حضرت مدنیؒ لکھتے ہیں:

ماہ شوال ۱۳۳۳ھ میں قصد فرمایا۔ چونکہ مولوی عزیر گل صاحب خادم خاص کو اپنے وطن کیطرف جانا اور اپنے اکابر سے ملنا اور اجازت چاہنا ضروری تھا۔ اس لئے ان کی واپسی کا انتظار فرمایا۔ (اسیر مالٹا ص۹)

---

[1] یہاں مولانا آجکل رہائش رکھتے ہیں وہ ضلع پشاور میں نہیں بلکہ ضلع مردان میں ہے وہاں انکی آبائی مملوکہ زمین ہے۔ وہاں ۱۹۴۵ء میں دیوبند سے آکر کچا مکان بنوایا اور رہنے لگے۔ تفصیل آگے آئے گی۔

حج اور زیارت روضہ مطہرہ کے بعد :

بالآخر مولانا کے رفقاء کے سفر کا وقت آگیا۔ مولانا ہر ایک کی وطنی مزدوروں اور ملازمت اور قرابت کے علائق سے بخوبی واقف تھے۔ سبھوں کو حکم دیا کہ اب تم لوگ حج و زیارت سے فارغ ہو چکے ہو۔ وطن کو واپس چلے جاؤ۔ میں یہاں قیام کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ جملہ رفقاء بجز مولانا عزیر گل صاحب، مولوی ہادی حسن صاحب و وحید احمد سب روانہ ہو گئے۔

(اسیر مالٹا صفحہ ۱۷)

واقعہ اسارت مالٹا کے سلسلہ میں لکھتے ہیں :

صبح کو شیخ السطوئین احمد شبجی مولانا کے پاس مکان پر پہنچا۔ اس وقت حضرت مولانا کے پاس مولوی عزیر گل صاحب اور دوسرے رفقاء تھے، کاتب الحروف نہ تھا۔ اس نے کہا کہ تمہاری گورنمنٹ جس کی تم رعایا ہو تم کو طلب کرتی ہے ----------

مولوی عزیر گل صاحب سے اس کی کچھ زیادہ گفتگو ہوئی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ہم یہاں کسی کافر گورنمنٹ کو نہیں پہچانتے ہم حرم خداوندی میں امان لئے پڑے ہیں۔ اگر شریف ہم کو یہاں سے نکالتے ہیں تو ہم خوشی سے نہ جائیں گے۔ جب تک کہ تم کو ڈنڈے کے زور سے نہ نکالو۔ وہ کچھ پیچ و تاب کھا کر جواب دے رہا تھا۔ اتنے میں پہنچ گیا۔ الخ

(اسیر مالٹا۔ صفحہ ۲۷)

مکہ معظمہ میں گرفتاری کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

اس کے بعد پولیس نے مولانا کو تلاش کیا۔ چونکہ مکان پر موجود نہ تھے اس لئے مولوی عزیر گل صاحب اور حکیم نصرت حسین صاحب کو پکڑا۔ اور کہا کہ جہاں سے ممکن ہو مولانا کو ڈھونڈ کر لاؤ۔ انہوں نے میری نسبت دریافت فرمایا تو یہ جواب ملا کہ وہ تو قید خانہ میں ہے۔ ان دونوں خدام نے مولانا کے بارے میں لاعلمی بیان کی۔ باوجود سخت تقاضے اور دھمکی موت کے ان خدام نے کچھ پتہ نہیں دیا۔ بالآخر یہ دونوں اسی مکان میں حضرت کی آمد تک مقید رکھے گئے اور شریف کے نوکر چاکر حضرت کی تلاش میں رہے۔

(اسیر مالٹا۔ صفحہ ۳۸)

جب شام کا وقت ہو گیا اور مولانا باوجود تفتیش کثیر ہاتھ نہ لگے تو پھر شریف کو خبر دی گئی کہ مولانا تو ہاتھ نہیں آئے خدا جانے کہاں ہیں۔ شریف نے حکم دیا کہ اگر عشاء تک مولانا آ موجود نہ

ہوئے تو دونوں ساتھیوں کو گولی سے مار دو۔ اور مطلوق کو سو کوڑے لگاؤ۔ اور مطلوقیت چھین لو۔ اس خبر کی وجہ سے مطلوف صاحب کو نہایت پریشانی ہوئی اور مولانا کو بھی خبر پہنچی۔ مولانا نے فرمایا کہ میں کسی طرح گوارا نہیں کرتا کہ میری وجہ سے کسی کو کوئی آزار پہنچایا جائے جو کچھ ہوگا میں اپنے سر پہ جھیلوں گا۔ اور نکلنے کیلئے تیار ہوئے۔ الخ (صلا)

مصر کے قید خانہ کے حالات تحریر فرما کر لکھتے ہیں:

حقیقت میں مولانا مرحوم کو اپنی جان کا کوئی فکر نہ تھا۔ جیسا کہ اُن کے کلام سے معلوم ہُوا فقط ان کو دو فکر تھے۔ ایک یہ کہ میری وجہ سے یہ چند رفقاء بھی اذیت اور تکالیف میں پڑے۔ خدا جانے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے۔ (صفحہ ۵۲)

فرمایا کہ مجھ کو برابر یہ خیال دامنگیر رہا کہ میری وجہ سے تم سب بھی پکڑے گئے اور پھر اس خیال نے کہ غالباً سبھوں کو سزائے موت دی جائے گی۔ اور بھی بے چین کر دیا تھا۔ میرا کچھ نہیں تھا۔ میں اپنی طبعی عمر سے تجاوز کر چکا ہوں۔ مگر تم سب کی طرف سے بہت بڑا خیال تھا اور ہے۔ کہ تم سب نوعمر میری وجہ سے گرفتار ہوئے۔ خدام نے عرض کیا کہ یہ سب خدا کے راستہ میں واقع ہُوا ہے۔ پھر کیا فکر ہے۔ (اسیر مالٹا صفحہ ۵۳)

ہم قسمیہ کہہ سکتے ہیں کہ باوجود یکہ ہم نئے پھنسے ہوئے تھے۔ کبھی ایسے احوال ہم پر گذرے نہ تھے۔ نوعمر تھے۔ اپنے جملہ عزیز واقارب سے جدا تھے۔ بالکل پردیس میں تھے نہ کوئی مونس تھا نہ غم گسار نہ واقف نہ راز دار۔ مگر نہ کسی چھوٹے کو نہ بڑے کو کوئی اضطراب کوئی قلق کوئی بے چینی نہ تھی۔ رونا دھونا جزع فزع کرنا جیسے کہ لوگوں کی عادت ہوتی ہے۔ یہ تو درکنار دل میں بھی ذرا سی گھبراہٹ نہ تھی۔ نہ گھر کے اعزہ واقارب کی یاد بے چین کرتی تھی۔ حالانکہ عام طور سے ہم سب کو یقین یا ظن غالب پھانسی کا تھا۔ مولوی عزیر گل صاحب تو اپنی کوٹھڑی میں رہ رہ کر اپنی گردن اور گلے کو پھانسی کیلئے ناپتے اور دباتے تھے تاکہ ذرا عادت ہو جائے۔ اور پھانسی کے وقت یکبارگی تکلیف نہ پیش آئے۔ اور تجربہ کرتے تھے کہ دیکھوں کس قسم کی تکلیف ہوتی ہے۔ مگر سب کے دل نہایت مطمئن تھے۔ صفحہ ۵۵

تمام رفقاء سے جو سوالات بلا کر علیحدہ علیحدہ پوچھے گئے تھے۔ ان کا ذکر کر کے فرماتے ہیں:

مولوی عزیر گل صاحب سے حدود کے واقعات، قبائل کے احوال، سید احمد شہید مرحوم و مغفور کے قافلہ کی خبریں حاجی صاحب انہی زمانہ میں انگریزی علاقہ سے اپنے اہل وعیال

کرے کر یاغستان میں چلے گئے تھے۔ اور وہاں جاکر مشہور ہؤا تھا کہ انہوں نے جہاد قائم کیا ہے۔ مولوی سیف الرحمن صاحب مولوی عبیداللہ صاحب، مولوی محمد میاں صاحب وغیرہ وغیرہ حضرات کے متعلق زمین و آسمان کی واہی تباہی باتیں پوچھیں جن کا نہ سر تھا نہ پیر مگر مولوی صاحب نے نہایت استقلال سے اپنے پٹھانی (ولایتی) اکھڑ پنے سے سب کا جواب دیا۔ اور بہت ہی متین جواب دیا۔ ص۳۵

حضرت مدنیؒ مالٹا کی اسارت کے دوران رفقاء کی مشغولیتوں کا ذکر کرکے لکھتے ہیں :

مولوی عزیر گل صاحب مختلف اوقات میں اعمالِ سلوک تعلیم کردہ حضرت مولانا مرحوم میں مشغول رہتے تھے۔ اور پھر کچھ وقت قرآن شریف کے یاد کرنے میں بھی صرف کرتے تھے ...... مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی نظرِ عنایت ان پر بہت زیادہ تھی۔ اور بہت بے تکلفی سے اُن سے رہتے تھے۔ جو بے تکلفی ان سے برتتے رہے وہ اور کسی کے ساتھ عمل میں نہیں آئی۔ (اسیر مالٹا ص۱۱)

قارئین ان مختلف عبارات کو پڑھ کر ان سے اندازہ لگائیں کہ حضرت مولانا مدنیؒ حضرت شیخ الہندؒ کے جانشین تھے۔ حضرت شیخ الہندؒ کے تلامذہ و خدام میں ان کو سب سے بڑھ کر ممتاز درجہ حاصل تھا۔ وہ حضرت کے عاشق و جان نثار تھے۔ اور حضرتؒ کی محبت میں ان کو فنافی الشیخ کا درجہ حاصل تھا۔ اُن کی مندرجہ بالا شہادتوں اور ان کی تصدیق و تصویب کے بعد کسی بھی دوسرے کی شہادت اور تصدیق کی حاجت باقی نہیں رہتی ———۔

حضرت مولانا مدنیؒ کو اپنے رفیقِ اسارت مولانا عزیر گل صاحب مدظلہٗ کیساتھ اپنی وفات کے آخری لمحات تک جو تعلق رہا۔ جو محبت اور الفت رہی اور جو ہمدردی و خیر خواہی کا جذبہ رہا۔ جو بے تکلفی رہی وہ کسی سے مخفی نہیں اور وہ ایک بالکل واضح حقیقت ہے۔ تحریک خلافت میں باقاعدہ حصہ لینے کے بعد حضرت مولانا مدنیؒ نے مولانا عزیر گل صاحب کو نواکھالی (مشرقی پاکستان) کے ایک عربی مدرسہ میں اپنے ایک معتمد رفیقِ کار کی حیثیت سے بھیجا تھا۔ پھر آپ ہی کے مشورہ سے آپ راندیر ضلع سورت میں صدر مدرس رہے۔ راندیر میں مولانا محمد ابراہیم صاحب حضرت شیخ الہندؒ کے خاص تلامذہ اور معتمد خدام میں سے تھے انہوں نے راندیر میں مولانا عزیر گل صاحب کا اعزاز و اکرام اور ہر معاملہ میں پورا تعاون اس حیثیت سے کیا کہ یہ حضرت شیخ الہندؒ کے خاص خادم۔ خاص معتمد علیہ اور خاص راز دار ہیں۔ اور ان کی خدمت اور ان کے اعزاز سے حضرت شیخ الہندؒ کی روح کو خوشیاں حاصل ہوں گی۔ نواکھالی اور راندیر

کے سفر کے اس زمانہ میں حضرت مدنیؒ دیوبند میں آپ کے گھر کی خبر گیری اس طرح فرماتے تھے۔ جیساکہ کوئی اپنے عزیز ترین بھائی کے گھر بار کی خبر لیتا ہے۔ اور تفقد احوال کیا کرتا ہے۔ رانڈیر سے واپس تشریف لے آنے کے بعد حضرت مدنیؒ ہی نے رڑکی کے مدرسہ رحمانیہ واقع جامع مسجد میں بہ اصرار شدید آپ کا تقرر فرمایا۔ کہ یہ مدرسہ ہمارے اکابر کا بنا کردہ ہے۔ یہاں اپنے خاص معتمد شخص کا صدر مدرس ہونا ضروری ہے۔ مارچ ۱۹۴۵ء میں حضرت مولانا عزیر گل صاحب رڑکی سے نقل مکانی کر کے اپنی آبائی زمین میں واقع گاؤں تشریف لائے (وجہ آگے ذکر کروں گا) اور یہاں معمولی سا دیہاتی مکان بنا کر رہائش اختیار کی تو اس کے بعد بھی محبت و مؤدت کے یہ گہرے تعلقات اسی طرح قائم رہے۔ آخر تک حضرت مدنیؒ کی جو نظر شفقت و محبت ان پر اور اسی طرح ان کے دوسرے برادر خورد استاذنا المحترم و مخدومنا المکرم حضرت مولانا عبدالحق صاحب نافع نور اللہ مرقدہٗ وادخلہ جنات النعیم پر تھی ویسی شاید کسی بھی دوسرے پر نہیں تھی۔

اور جیساکہ حضرت مدنیؒ نے سفرنامہ اسیر مالٹا میں تحریر فرمایا ہے۔ کہ "مولاناؒ کی نظر عنایت ان پر بہت زیادہ تھی۔ اور بہت بے تکلفی سے ان سے رہتے تھے۔ جو بے تکلفی ان سے برتتے رہے وہ اور کسی کے ساتھ عمل میں نہیں آئی۔" وہ اپنے شیخ کامل کے نقش قدم پر اس معاملہ میں بھی چل کر آپ نے حضرت مولانا عزیر گل صاحب کے ساتھ بالکل ایسا بے تکلف برادرانہ تعلق محبت جاری رکھا اور آپ پر نظر عنایت بہت زیادہ تھی۔ اسی طرح حضرت شیخ الہندؒ کے دوسرے ارشد تلامذہ حضرت مولانا سید انورشاہ صاحب کشمیریؒ۔ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ اور دوسرے اکابر علماء آپ کے ساتھ حضرت شیخ الہندؒ کے ایک مخلص و جان نثار اور صاحب السر تلمیذ و خادم کی حیثیت سے اور حضرت شیخؒ کے ساتھ خصوصی تعلق و نسبت رکھنے کی بنیاد پر خلوص محبت فرمایا کرتے تھے۔ اور ان سب حضرات اکابر علماء کرام کی نگاہوں میں حضرت مولانا عزیر گل صاحب مدظلہٗ کی خاص اہمیت اور نمایاں وقعت تھی۔ ان سب حضرات سے عمر میں کم ہونے کے باوجود وہ ان کو اکابر کی صف میں شمار کرتے تھے۔ اور نہایت مشفقانہ انداز میں اعزاز و اکرام فرماتے تھے۔ بلکہ یہ سب حضرات ان کی ایسی نازبرداری کرتے تھے، جس کو دیکھ کر بڑوں بڑوں کو رشک آتا تھا۔ اگرچہ خود ان کی اپنی سعادت مندی یہ تھی اور تواضع و انکساری اور اخلاص وللہیت کا مظاہرہ یہ تھا کہ ہمیشہ اپنے آپ کو ان اکابر کے سامنے ان کا ادنیٰ شاگرد سمجھتے رہے اور نیازمندانہ تعلق ارادت و عقیدت قائم رکھا۔ مجھے اس وقت اپنی آنکھوں دیکھا ہوا۔ ایک منظر سامنے آرہا ہے۔ میرے زمانۂ طالب العلمی کا واقعہ ہے۔ کہ دارالعلوم دیوبند کے کسی

معاملہ کے سلسلہ میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کوئی اہم مشورہ ان سے لینا چاہتے تھے۔ نئے تعمیر شدہ مکان میں مولانا عثمانیؒ نے مولانا عزیر گل صاحب سے فرمایا کہ مجھے آپ کے خلوص اور اصابت رائے پر پورا پورا اعتماد ہے۔ اس لئے آپ مجھے اس بارے میں مشورہ دیا کریں۔ اور دو دن کیلئے آپ رڑکی نہ جائیں۔ یہاں دیوبند میں رہیں۔ انہوں نے یہ عذر پیش فرمایا کہ آج مدرسہ رڑکی کی رخصت ختم ہو رہی ہے۔ وہاں حاضری بھی ضروری ہے۔ مولانا عثمانیؒ نے فرمایا۔ آپ ضرور رہیں۔ مجھے آپ ہی پر اعتماد ہے۔ میں تار دے کر اپنی طرف سے رخصت آپ کیلئے منظور کرا دوں گا۔ آپ اس کی فکر نہ کریں۔

حضرت شیخ الہندؒ کے تمام خاندان والے آخر تک آپ کی عزت کیا کرتے تھے۔ حضرتؒ کی وفات کے بعد سالہا سال تک آپ کا قیام بھی حضرتؒ کے مکان ہی پر ایک فردِ خاندان ہی کی طرح رہا۔ اور اسی بناء پر اہل خاندان نے حضرتؒ کی بھانجی کی صاحبزادی سے آپ کا نکاح بھی کرایا۔ اور وہ سمجھ رہے تھے کہ حضرتؒ کے بعد ان کی یادگار آپ ہی ہیں۔ حضرت شیخ الہندؒ کے محبوب اور لاڈلے نواسے مولوی محمد عثمان صاحب کا آخر تک آپ سے نہایت گہرا تعلق رہا۔ اور نہایت عقیدت اور محبت سے پیش آتے رہے۔

الغرض حضرت شیخ الہندؒ سے کسی قسم کا بھی تعلق رکھنے والے حضرات اس وقت سے لے کر اب تک آپ کو مخلص و جاں نثار خادم اور تحریک میں راز دار اور قابل اعتماد کارکن قرار دیتے رہے۔ اس کتاب میں " عبدالرحمن " نے اپنے کذب و افتراء اور من گھڑت کہانیوں اور دروغ بافیوں کو قابلِ اعتبار قرار دینے کیلئے ایک طویل تمہید باندھی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ حضرت شیخ الہندؒ میں حسن اعتماد بہت تھا۔ ایسے افراد کو مشیر کار اور راز دار بنایا جو اندرونی طور پر انگریزوں کے جاسوس تھے۔ وہ ان جاسوسوں کو پہچان نہ سکے۔ لوگوں نے توجہ بھی دلائی لیکن حضرت نے اسے محض بدگمانی سمجھ کر پرواہ نہ کی۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت شیخ الہندؒ جیسے ذہین و فطین، حاضر دماغ، ذکی الطبع متیقظ و متوقد اور صاحب کشف و فراست تجربہ کار بزرگ تو سالہا سال کی شب و روز اور حضر و سفر کی رفاقت کے باوجود آخر وقت وفات تک مولانا عزیر گل صاحب کو پہچان نہ سکے اور وفات کی آخری گھڑی تک ان کے بارے میں سخت مغالطہ میں مبتلا رہے۔ اور حضرت مدنیؒ اور دوسرے سینکڑوں متعلقین شیخ الہندؒ اور ان کے تمام اہل خاندان کی عبادت اس درجہ تھی کہ وہ مدت العمر اس کی اصل حقیقت معلوم نہ کر سکے اور اب چالیس پچاس سال گذر جانے کے بعد یکایک ہزارہ کے پہاڑوں کے ایک باسی کو (جو لاہور میں شوسلسٹوں کی چوکھٹ پر سجدہ ریزی کر کے ان کے تر نوالوں سے اپنے پیٹ کا جہنم بھر کر ان کا حق نمک ادا کر رہا ہے)

کشف ہُوا۔ (یا یوں کہئے کہ شیطان نے القا کیا۔) کہ حضرت شیخ الہندؒ اور دوسرے تمام اکابر علماء کو ان کے بارے میں سخت غلطی لگ گئی تھی اور وہ عمر بھر اسے سمجھ نہ سکے۔ میں اب بتاتا ہوں کہ وہ درحقیقت انگریزی جاسوس تھا۔ ؏ درحیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید۔

اب میں اس کے سوا اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ ؏

شرم تم کو مگر نہیں آتی

اذا فاتک الحیاء فاصنع ماشئت۔ ڈھیٹ اور بے حیا بن کر اور خوفِ خدا سے بے نیاز ہو کر ہر طرح کی بات کہی جا سکتی ہے۔ اور ابنِ عبدالرحمٰنؒ نے اس کا ایک نمونہ پیش کر دیا۔ یہ سنا کرتے تھے۔ دیوانہ گفت وابلہ باور کرد، مگر یقین نہیں آتا تھا۔ کہ پاگلوں، دیوانوں اور افیونیوں کے ہانکے ہوئے بڑ پر کوئی کیسے باور کرے گا۔ خواہ وہ ابلہ ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن یہ بھی دیکھنا پڑا۔ کہ اس دیوانے، مخبوط الحواس سیاہ باطن کی بے تکی باتوں کو بھی کچھ لوگوں نے باور کر کے مستند مان لیا۔ اور اپنے مضامین و مقالات میں ان خرافات کو بھی نقل کرنے لگ گئے۔ اب ان کو ابلہ کہیں یا کچھ اور۔ فیاللعجب ولضیعۃ الادب۔

درحقیقت چاہئے تو یہ تھا کہ ایک ایسے بزرگ کے بارے میں جب یہ بات لکھی گئی جن کے بارے میں اب تک تمام اکابر علماء کرام پورے اعتماد کا اظہار قول وعمل سے فرما رہے تھے۔ اور سب نے ان کو حضرت شیخ الہندؒ کا مخلص ترین جاں نثار خادم ہمیشہ تسلیم کیا۔ تو پڑھنے کے ساتھ ہی پرزور الفاظ میں اس کی تردید ہر پڑھنے والا کرتا اور کہتا کہ:

ھٰذا افک مبین، سبحانک ھٰذا بھتان عظیم

اب میں چاہتا ہوں کہ اس کتاب کے اکاذیب و مفتریات کی تردید ترتیب وار محکم دلائل کے ساتھ کر کے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا فریضہ ادا کروں۔ تاکہ اس کے بعد کسی کو حقیقت معلوم نہ ہونے کا عذر باقی نہ رہے۔

لیحیی من حیّ من بیّنۃ ویھلک من ھلک عن بیّنۃ

(باقی آئندہ)

پی سی ٹی مارکہ

پرزہ جات سائیکل

پاکستان میں سب سے اعلیٰ اور معیاری

بٹ سائیکل سٹور نیلا گنبد لاہور۔ (فون ۶۵۲۰۹)